فقہ واجتہاد

ڈاکٹر صہیب حسن☆

فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دُعا کا مسئلہ

ایک سائل پوچھتے ہیں: کیا فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دُعا مانگنا رسولِ اکرمﷺ سے ثابت ہے؟ جیسا کہ اکثر علماے کرام فرض نمازوں کے بعد کچھ عربی میں اور کچھ اپنی زبان میں دُعا کرتے ہیں اور مقتدی حضرات ساتھ ساتھ آمین کہتے ہیں۔ کیا یہ طریقہ سنتِ رسولؐ ہے یا بدعت؟ اگر یہ سنت ہے تو حدیث کا حوالہ ضرور دیں۔

جواباً عرض ہے کہ گو سوال فرض نمازوں کے بعد امام کی اقتدا میں اجتماعی دعا سے متعلق ہے لیکن اس میں دو دوسرے مسائل بھی ضمناً آجاتے ہیں:

① کیا ہر دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا لازم ہے؟

② کیا دعا کے بعد ہاتھ چہرے پر پھیرنا چاہئے؟

ہم اپنے تفصیلی جواب میں ان تینوں مسائل کا احاطہ کرنے کی کوشش کریں گے۔

جہاں تک فی نفسہٖ دعا کرنے کا تعلق ہے تو قرآن وحدیث کی نصوص اس بارے میں بھری پڑی ہیں، اس لئے ان کا تذکرہ طوالت کا باعث ہوگا۔ ایسے ہی احادیث میں بہت سے ایسے اوقات بتائے گئے ہیں جن میں دعا قبول ہوتی ہے مثلاً فرض نمازوں کے بعد، اقامت اور اذان کے دوران، بوقتِ سحور اور افطار، سجدہ کے دوران، جمعہ کی ایک ساعت میں، وغیرہ وغیرہ

❶ دعا کرتے وقت ہاتھ اُٹھانے کے بارے میں یہ احادیث ملاحظہ ہوں:

① حضرت سلمانؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إن ربكم حي كريم يتسحي من عبده إذا رفع يديه إليه أن يردهما صفرًا» (سنن ابی داؤد:١٤٨٨)

''بے شک تمہارا رب حیادار اور کریم النفس ہے۔ اس بات سے شرماتا ہے کہ جب اس کا

☆ سیکرٹری اسلامک شریعہ کونسل، برطانیہ ◉ تخریج احادیث: کامران طاہر

www.KitaboSunnat.com

بندہ اس کی طرف دونوں ہاتھ اُٹھائے تو وہ انہیں ناکام اور خالی لوٹا دے۔''

② مالک بن یسار سکونی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إذا سألتم الله فسلوه ببطون أكفكم ولا تسألوه بظهورهما»

(سنن ابی داؤد:۱۴۸۶)

''جب تم اللہ عزوجل سے سوال کرو تو اپنی ہتھیلیوں سے کرو، نہ کہ ہاتھ کی اُلٹی طرف سے۔''

③ انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے یہاں تک کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی کو دیکھا۔'' (صحیح بخاری:۱۰۳۰)

④ ان کی دوسری روایت ہے کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو ہتھیلیوں کے ساتھ اور اُلٹے ہاتھ دعا کرتے بھی دیکھا۔'' (سنن ابوداؤد:۱۴۸۷)

اُلٹے ہاتھ سے دعا کرنا صرف ایک موقع پر تھا یعنی بارشوں کیلئے دعا (استسقاء) کے وقت۔

❷ اور جہاں تک دعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنے کا تعلق ہے تو اس بارے میں کوئی ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے۔ مثلاً

① سنن ابوداؤد میں عبداللہ بن عباسؓ کی روایت، جس کے آخر میں کہا گیا:

«فإذا فرغتم فامسحوا بها وجوهكم» (رقم الحدیث:۱۴۸۵)

''اور پھر جب تم دعا سے فارغ ہو جاؤ تو ہاتھوں سے اپنے چہروں کو چھوؤ۔''

امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ روایت محمد بن کعب کے توسط سے ہی ایک سے زائد دفعہ مروی ہے جو کہ سب کے سب بے کار (واہیہ) اسانید ہیں۔ زیر نظر روایت کی اسناد ان میں سب سے بہتر ہے، لیکن وہ بھی ضعیف ہے۔

② جامع ترمذی میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ جب دعا کے لئے دونوں ہاتھ اُٹھاتے تو اس وقت تک نہ نیچے کرتے جب تک اپنے چہرے پر نہ پھیر لیتے۔'' (رقم:۳۳۸۶)

یہ حدیث بھی ایک راوی حماد بن عیسیٰ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

③ ابوداؤد میں سائب بن یزید سے مروی ہے، جو اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ جب دعا کرتے تو اپنے ہاتھ اُٹھاتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیرتے۔'' یہ سند عبداللہ بن لهیعہ اور ایک مجہول راوی حفص بن ہاشم بن عتبہ بن ابی

www.KitaboSunnat.com

وقاص کی وجہ سے ضعیف ہے۔☆ (رقم الحدیث:۱۴۹۲)

☜ لیکن کیا پہلی حدیث، دوسری دونوں احادیث کے ساتھ مل کر 'حسن' درجہ تک نہیں پہنچ جاتی ہے؟ اس شبہ کا جواب شیخ محمد ناصرالدین البانیؒ یوں دیتے ہیں:

''پہلی حدیث میں محمد بن کعب کے علاوہ ایک آدمی ایسا بھی ہے جس کا نام نامعلوم ہے۔ ابن ماجہ کے مطابق یہ شخص صالح بن حسان ہے، لیکن وہ انتہائی ضعیف راوی ہے۔ اس لئے یہ اضافہ منکر ہے اور مجھے ابھی تک اس کا اور کوئی شاہد نہیں ملا۔ اس لئے عز بن عبدالسلام یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ چہرہ پر سوائے جاہل① کے اور کوئی ہاتھ نہیں پھیرتا۔

ایسے ہی حضرت عمرؓ والی حدیث بھی اس کی شاہد نہیں بن سکتی، کیونکہ اس میں ایک راوی ایسا ہے جس پر حدیث گھڑنے کا الزام ہے، ابوزرعہ کہتے ہیں: یہ حدیث منکر ہے اور مجھے ڈر ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں۔

اور اسی طرح سائب بن یزید والی حدیث بھی شاہد نہیں بن سکتی کہ اس کے ایک راوی ابن لہیعہ ہیں جو ایک مجہول راوی حفص بن ہاشم سے روایت کرتے ہیں۔ ذہبیؒ کہتے ہیں: اس سے صرف ابن لہیعہ روایت کرتے ہیں، نہیں معلوم کہ وہ شخص کون ہے؟''

(سلسلة الأحاديث الصحيحة:۲/۱۴۶)

③ اب یہ بھی ملاحظہ کرلیں کہ آنحضور ﷺ نے کن موقعوں پر دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور کب نہیں اُٹھائے:

① نمازِ استسقاء میں ہاتھ اٹھائے۔ ② قنوت نازلہ کے موقع پر۔

③ سورج گرہن کے موقع پر۔ ④ غزوۂ بدر کی رات (مدَّ يده ثم قال:......)

⑤ خلوت میں: حضرت عائشہؓ راوی ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگتے دیکھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اے اللہ! میں تو صرف ایک بشر ہوں، تو مجھے سزا نہ دینا، اگر میں مؤمنین میں سے کسی بھی شخص کو ایذا پہنچاؤں یا بُرا بھلا کہوں تو اس کی وجہ سے مجھے سزا نہ

① مرفوع روایات اگرچہ پایۂ اسناد تک نہیں پہنچتیں، لیکن الأدب المفرد، حدیث ۶۰۹ میں عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کا اثر مذکور ہے کہ یہ دونوں حضرات دعا کے بعد اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے منہ پر پھیرتے تھے۔ شیخ زبیر علی زئی نے اپنی کتاب هدية المسلمين میں اس اثر کی سند کو حسن کہا ہے، اگر یہ اثر مقبول ہو تو چہرے پر ہاتھ پھیرنا کو جہالت یا بدعت کی طرف منسوب کرنا محل نظر ٹھہرتا ہے۔ (کامران طاہر)

www.KitaboSunnat.com

دینا۔'' (الأدب المفرد:٦٢٩)

⑥ کسی کی درخواست پر: حضرت ابوہریرۃ راوی ہیں کہ طفیل بن عمرو الدوسی نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ اے رسول اللہ ﷺ! دوس قبیلے نے انکار کیا اور نافرمانی کی تو انہیں بددعا دیں، تو نبی ﷺ قبلہ رُو متوجہ ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے، لوگوں نے سمجھا کہ وہ اُنہیں بددعا دیں گے، لیکن اُنہوں نے کہا: اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور اُنہیں واپس لے آ۔'' (صحیح بخاری:٢٩٣٧)

④ کچھ مواقع ایسے بھی ہیں جن میں آپؐ نے صرف انگلی سے اشارہ کیا یا صحابہ نے ایسا کیا:

① حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ ایک آدمی دو انگلیوں (کے اشارہ) سے دعا مانگ رہا تھا تو نبی ﷺ نے کہا: «أحد ، أحد» (ایک، ایک) (جامع ترمذی:٣٥٥٧)

امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب ہے کہ اگر آدمی تشہد میں دعا کرتے وقت دو اُنگلیوں سے اشارہ کرے تو اسے صرف ایک اُنگلی سے ہی اشارہ کرنا چاہئے۔

سنن ابوداؤد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحابی سعدؓ بن ابی وقاص تھے۔(رقم:١٤٩٩)

② تشہد کے وقت دعا کی غرض سے اُنگلی چلانے کی روایت سنن نسائی اور صحیح ابن حبان میں ان الفاظ کے ساتھ روایت ہوئی: يُحرِّكها ويدعو بها (نسائی:١٢٦٩،ابن حبان:١٨٩٢)

''نبی ﷺ اس انگلی سے دعا کررہے تھے اور اُسے حرکت دے رہے تھے۔''

③ سفر کی دعا کے وقت انگلی اُٹھانا: حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کرتے اور اپنی سواری پر سوار ہوجاتے تو اپنی اُنگلی سے اشارہ کرتے۔ (راوی شعبہ نے اپنی اُنگلی کو پھیلایا) اور پھر یہ دعا پڑھتے:

«اللهم أنت الصاحب في السفر»...... الخ (سنن ترمذی:٣٤٣٨)

لیکن ایسے بے شمار مواقع ہیں جہاں آپ کی دعا کا ذکر تو ملتا ہے، لیکن ہاتھ اُٹھانا مذکور نہیں ہے جیسے تشہد کے دوران دعائیں، مسجد میں داخل ہوتے اور باہر نکلنے کی دعا، گھر سے نکلنے اور داخل ہوتے وقت کی دعا، نمازِ جنازہ کے دوران دعا، بیت الخلا میں داخل ہونے اور باہر نکلنے کی دعا، چھینکتے وقت یا چھینکنے والے کو دعا دینا، حالتِ سجود میں دعا کرنا وغیرہ۔

www.KitaboSunnat.com

کہا جاسکتا ہے کہ ہاتھ اُٹھانے کا ذکر نہ ہونا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے، لیکن بعض صورتیں ایسی ہیں کہ اس میں ہاتھ کا اُٹھایا جانا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا جیسے حالتِ سجود میں دعا کرنا کہ سجدے میں ہاتھ کا زمین پر رکھے رہنا ضروری ہے۔

الوداعی دعا دیتے وقت آنحضورﷺ کی یہ کیفیت بھی ملتی ہے جسے حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں:

''اللہ کے رسولﷺ اگر کسی شخص کو اَلوداع کہتے تو اس کا ہاتھ پکڑ لیتے اور اُسے اس وقت تک نہ چھوڑتے جب تک وہ آدمی خود آپؐ کا ہاتھ نہ چھوڑ دیتا اور آپ یہ کہتے:«أستودع الله دينك وأمانتك وخواتيم عملك» (سنن ابوداود:۲۶۰۰)

اس تفصیل سے اتنا تو معلوم ہوا کہ ہر دعا میں نبیﷺ سے ہاتھ اُٹھانا ثابت نہیں ہے اور اسی لئے جہاں شوافع اور اہل حدیث نمازِ وتر میں دعاے قنوت پڑھتے وقت ہاتھ اُٹھاتے ہیں وہاں احناف صرف اس وجہ سے ہاتھ اٹھا کر نہیں بلکہ ہاتھ باندھ کر دعا کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک ایسا کرنا ہی افضل ہے۔

....

اب آیئے اصل مسئلہ کی طرف یعنی فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا۔ اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے ہم حدیث، اُصولِ فقہ اور فقہ تینوں طرح سے استدلال ملاحظہ کرتے ہیں۔

(الف) حدیث کی روشنی میں: نبیﷺ کا مشہور ارشاد ہے:

«صلُّوا كما رأيتموني أصلي» (صحیح بخاری:۶۳۱)

''ایسے نماز پڑھو جیسے تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔''

تو جہاں نماز کی ابتدا سے قبل آنحضورﷺ کا مقتدیوں کی طرف منہ کرکے صفوں کو دیکھنا، صفوں کو سیدھا کرنا اور سیدھا کرنے کے لئے ''سوّوا، تراصّوا'' اور اس سے ملتے جلتے الفاظ کہنا آپ کے فعل سے ثابت ہے، اسی طرح ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ نماز کے فوراً بعد آپؐ کا کیا دستور رہا۔ آپؐ جونہی سلام پھیرتے تو یہ تسبیحات پڑھا کرتے تھے:

«اَستغفر الله» (تین مرتبہ) (صحیح مسلم:۵۹۱)

«اللهم أنت السلام ومنك السلام، تباركت يا ذا الجلال والإكرام»
(صحیح مسلم:۵۹۲)

«اللهم لا مانع لما أعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد»
(صحیح مسلم:۵۹۳)

اور ایسے ہی ہر نماز کے بعد سبحان الله (۳۳ مرتبہ)، الحمد لله (۳۳ مرتبہ)، الله أكبر (۳۳ مرتبہ)، اور لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير (ایک مرتبہ) پڑھنے کی تلقین کی۔ (صحیح مسلم:۵۹۷)

صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی ایک ایک بات نوٹ کیا کرتے تھے جو احادیث و آثار کے ذریعے ہم تک پہنچیں، لیکن کسی نے اس بات کو نقل نہیں کیا کہ آپؐ ان تسبیحات سے قبل یا بعد میں دعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتے اور ان کے ساتھ تمام مقتدی 'آمین' کہا کرتے۔

عبادات توقیفی ہیں اور جو کچھ بھی نبی ﷺ نے کرکے دکھایا، وہ سنت بن گیا اور جس بات کو چھوڑ دیا حالانکہ اس کے کرنے کی طلب بھی تھی تو اس کا چھوڑنا ہی سنت ٹھہرا۔

☜ کہا جاسکتا ہے کہ اس ضمن میں چند احادیث موجود ہیں جن کا تذکرہ خود 'فتاویٰ نذیریہ' میں کیا گیا ہے۔ آیئے ان روایات کو جانچنے کی کوشش کریں:

1. اَسود عامری کی اپنے والد سے روایت مسند ابن ابی شیبہ میں یوں ذکر کی گئی ہے:

قال صليت مع رسول الله ﷺ الفجر فلما سلَّم انصرف ورفع يديه ودعا
''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازِ فجر ادا کی۔ جب آپؐ نے سلام پھیرا تو پلٹے اور دونوں ہاتھ اُٹھائے اور دعا کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۰۹۳)

مصنف ابن ابی شیبہ کو مدینہ منورہ کے محمد العوامہ نے بڑی تحقیق کے ساتھ ۲۳ جلدوں میں شائع کیا ہے۔اور یہ حدیث تیسری جلد میں نمبر ۳۱۱۰ کے تحت دی گئی ہے۔ یہ حدیث مع اسناد ملاحظہ ہو:

حدثنا هشيم قال أخبرنا يعلى بن عطاء عن جابر بن يزيد بن الأسود العامري عن أبيه قال صليت مع رسول الله ﷺ الفجر فلمَّا سلَّم انحرف

اس روایت میں صرف سلام کے بعد اپنی جگہ سے ہٹنے کا ذکر ہے، ہاتھ اُٹھانے اور دعا کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ گویا یہ اضافہ مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی غیر مستند ایڈیشن میں دیا گیا ہے جو ہمارے پیش رو علماء کے مطالعہ میں رہا ہوگا۔ ابوبکر بن ابی شیبہ نے سلام کے بعد کھڑے ہونے یا اپنی جگہ سے ہٹ جانے کے بارے میں پندرہ احادیث و آثار درج کئے ہیں۔ ایک کا تذکرہ تو ہوگیا، باقی چودہ کا خلاصہ یہ ہے کہ

① عبداللہؓ بن مسعود جونہی نماز ختم کرتے یا تو کھڑے ہوجاتے یا ہٹ جاتے۔

② ابن عمرؓ نے کہا کہ امام سلام کے بعد اُٹھ کھڑا ہو یا ہٹ جائے۔

③ ابورزین نے کہا کہ میں نے حضرت علیؓ کے پیچھے نماز پڑھی، اُنہوں نے دائیں اور بائیں سلام پھیرا، پھر یک دم اُٹھ گئے۔ (ثُمَّ وثب كما هو)

④ حضرت عمرؓ نے کہا کہ سلام کے بعد امام کا بیٹھے رہنا بدعت ہے۔

⑤ ابوحفصؒ نے کہا کہ ابوعبیدہؓ بن جراح جب سلام کہہ چکتے تو وہ اُٹھنے کے لئے اتنی جلدی مچاتے جیسے دہکتے کوئلوں پر بیٹھے ہوں۔ (كأنه على الرضف حتى يقوم)

⑥ حضرت عائشہؓ نے روایت کی کہ نبی ﷺ سلام پھیرنے کے بعد صرف اتنی دیر بیٹھتے جس میں «اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت ذا الجلال والإكرام» کہا جاسکے۔ (صحیح مسلم:۵۹۲)

⑦ عبداللہؓ بن مسعود سے بھی بالکل ایسا ہی منقول ہے۔

⑧ سعیدؒ بن جبیر کہتے ہیں کہ ہمارے ایک امام تھے (جن کی فضیلت کا اُنہوں نے ذکر کیا)۔ وہ جونہی سلام پھیرتے تو آگے بڑھ جاتے۔

⑨ ابی مجلزؒ کہتے ہیں کہ ہر وہ نماز جس کے بعد تطوُّع (نفل نماز) ہو تو اس میں پھر جاؤ (فَتَحَوَّلْ إلا العَصر والفَجر) سوائے نمازِ عصر اور فجر کے۔

⑩ مجاہدؒ نے کہا کہ مغرب میں جگہ سے ہٹنا نہ چھوڑو۔

⑪ حسن بصریؒ سلام پھیرتے ہی اپنی جگہ سے ہٹ جاتے یا کھڑے ہوجاتے۔

⑫ طاؤسؒ سلام پھیرتے ہی کھڑے ہوجاتے اور چلے جاتے، لیکن نہ بیٹھتے۔

www.KitaboSunnat.com

⑬ ابراہیم نخعیؒ سلام پھیرنے کے بعد مڑتے اور لوگوں کی طرف رخ کرلیتے۔

⑭ طارقؒ بن شہاب کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ جب پلٹتے تو اپنا چہرہ لوگوں کی طرف کرلیتے۔

ان پندرہ احادیث و آثار میں ایک بھی ایسی روایت نہیں کہ آنحضورﷺ، صحابہ یا تابعین میں سے کوئی بھی نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتا ہو۔

❷ فتاویٰ نذیریہ میں مذکور دوسری روایت حضرت انسؓ کی ہے: ”ما من عبد بسط كفيه دبر كل صلاة يقول اللهم إلٰهي وإلٰه إبراهيم...... الحديث“

”کوئی بھی شخص ہر نماز کے بعد ہاتھ پھیلا کر یہ کلمات کہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دونوں ہاتھوں کو نامراد نہیں پھیرتا۔“

اس روایت کو ابن سنی نے اپنی کتاب عمل اليوم والليلة میں درج کیا ہے، لیکن اس کے ایک راوی عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن ہیں جن پر کلام کیا گیا ہے۔ امام نسائیؒ نے اُنہیں غیر ثقہ کہا اور امام احمدؒ ان کی احادیث قبول نہیں کرتے تھے۔ (میزان الاعتدال: ۲/۶۳۱)

❸ تیسری روایت حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہﷺ نے سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رخ بیٹھے ہوئے اپنے ہاتھ اُٹھائے اور کہا: اے اللہ! ولید بن الولید اور عیاش بن ربیعہ اور سلمہ بن ہشام اور کمزور مسلمانوں کو نجات دے جو کسی حیلہ کی طاقت نہیں رکھتے اور کفار کے ہاتھ سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتے۔ (فتاویٰ نذیریہ: ۱/۵۶۵)

یہ روایت ابن ابی حاتم نے بیان کی ہے اور اس کے راویوں میں ایک راوی علی بن زید ہیں جن کے بارے میں اکثر محدثین نے سخت جرح کی ہے اور ان کی حدیث قبول کرنے سے منع کیا ہے۔ (میزان الاعتدال: ۳/۱۲۸)

گویا نماز کے بعد مطلق دعا کرنا اِجابت کے اوقات میں سے ہے، لیکن نبیﷺ نے اجتماعی طور پر نماز کے بعد دعا نہیں کی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے فرض نماز کو تو جماعت کے ساتھ پڑھایا لیکن نمازِ سنت انفرادی طور پر اور اکثر گھر میں ادا کی۔ سنت نمازوں میں تراویح کو تین دن جماعت سے ادا کیا تو اس کا جماعت سے ادا کرنا ثابت ہوگیا۔ آنحضورﷺ انفرادی طور پر گھر میں قیام اللیل (تہجد) ادا کیا کرتے تھے اور کبھی کبھار حضرت ابن عباسؓ یا حضرت انسؓ کا

آپؐ کے ساتھ نماز میں شامل ہونے کا ذکر بھی ملتا ہے۔

(ب) اُصولِ فقہ کے اعتبار سے: سنت اُصولِ فقہ کے اعتبار سے احکامِ خمسہ میں سے ایک حکم ہے یعنی فرض، سنت، مباح، حرام اور مکروہ۔ احناف کے نزدیک دو اَحکام زائد ہیں یعنی فرض کے ساتھ واجب اور مکروہ تحریمی کے ساتھ مکروہ تنزیہی کا اضافہ کیا گیا۔ اس تقسیم کے اعتبار سے سنت جسے مندوب اور مستحب بھی کہا گیا، وہ امر ہے کہ جس کے کرنے پر ثواب اور جس کے چھوڑنے پر گناہ نہ ہو۔ البتہ سنت اگر مؤکدہ ہو یعنی جسے نبی ﷺ نے اکثر کیا ہو یا کرنے کی تاکید کی ہو تو اس کے چھوڑنے پر انسان قابلِ ملامت ٹھہرے گا۔ اس اعتبار سے اجتماعی دعا نہ سنتِ مؤکدہ ٹھہرتی ہے اور نہ غیر مؤکدہ، کیونکہ آپؐ سے اصلاً نمازوں کے بعد اجتماعی دعا منقول ہی نہیں، البتہ انفرادی دعا مطلق سنت کے ذیل میں آتی ہے۔

سنت کو اگر بدعت کے مقابلہ پر رکھا جائے تو سنت بھی دو طرح کی ہوگی: فعلی یا ترکی یعنی جس چیز کو نبیؐ نے خود کیا، وہ سنتِ فعلی ہے اور جس چیز کو کرنے کی طلب کے باوجود نہیں کیا وہ سنتِ ترکی کہلائے گی یعنی اس کا چھوڑنا ہی سنتِ نبویؐ ہے۔ مثلاً عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک شخص کو چھینکنے کے بعد یہ کہتے سنا کہ الحمد للہ والصلاة والسلام علی رسول اللہ ابنِ مسعود نے فوراً اسے تنبیہ کی کہ نبی ﷺ نے اس موقع پر صرف الحمدللہ کہا تھا اور اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا تھا۔ الصلاة والسلام علی رسول اللہ کہنے کے کئی دوسرے مواقع ہیں جیسے آپؐ کا نامِ نامی کہے تو یہ الفاظ کہے یا سنے تو درود پڑھے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت یا باہر نکلتے وقت دعا کے ساتھ درود کے مندرجہ بالا الفاظ کہے۔

عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت معاویہؓ کو دیکھا کہ وہ حرمِ مکی میں داخل ہوئے، طواف شروع کرتے وقت حجراسود کو بوسہ دیا اور پھر رُکنِ عراقی، رکنِ شامی اور رکنِ یمانی تینوں کا استلام کیا (یعنی اُن پر ہاتھ پھیرا) عبداللہ بن عباسؓ نے فوراً اُنہیں ٹوکا کہ رکنِ عراقی اور رکنِ شامی کا استلام کرنا سنت نہیں ہے۔ حضرت معاویہ نے کہا: میرے نزدیک کعبہ کا کوئی ستون بھی مہجور (قابل ترک) نہیں ہے تو حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا: لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں ارکان پر ہاتھ نہیں پھیرا اور بالآخر حضرت معاویہؓ نے اس بات کو تسلیم کرلیا۔

www.KitaboSunnat.com

اب دیکھیں کہ نماز کے بعد اجتماعی دعا کا موقع بھی ہے اور وقتِ اجابت بھی۔ مسلمانوں کی حاضری بھی ہے، ایک خیر کی طرف سبقت لے جانے کا عظیم موقع بھی ہے، لیکن ان تمام دَواعی (طلب یا کشش) کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ نے اجتماعی دعا نہیں کی تو پھر اس کا نہ کرنا ہی سنت ٹھہرا۔

☜ جہاں تک بدعت کا تعلق ہے تو اس کی ایک تعریف تو حدیثِ رسول ؐ سے معلوم ہوتی ہے: «من عَمِل عملًا ليس عليه أمرنا فهو رَدّ» یعنی ''جس نے وہ کام کیا جس پر ہمارا امر نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔'' یا بالفاظِ دیگر جو کام آنحضور ﷺ کے فعل کے مطابق نہیں ہے تو وہ قابل ردّ ہے اور پھر علماے اُصول میں سے امام شاطبی (م۷۹۰ھ) نے بدعت کی تعریف یوں کی: وہ امر جسے رسول اللہ ﷺ نے نہ کیا، حالانکہ آپؐ کے زمانہ میں اس کے کرنے کا داعیہ (طلب) پایا گیا ہو اور کوئی مانع بھی نہ پایا گیا ہو۔

مثال کے طور پر آنحضور ﷺ نے بروایتِ عائشہؓ اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں کعبہ کو از سر نو قواعدِ ابراہیم علیہ السلام کے مطابق بنانا چاہتا ہوں اور وہ اس طرح کہ اس کے دو دروازے ہوں، ایک داخل ہونے کے لئے اور دوسرا باہر نکلنے کے لئے۔ لیکن صرف اس وجہ سے ایسا نہیں کر پا رہا ہوں کہ تمہاری قوم نئی نئی اسلام میں داخل ہوئی ہے، یعنی اگر ایسا کیا گیا تو یہ لوگ بدک جائیں گے اور کہیں گے کہ محمد ﷺ نے تو ہر چیز بدل ڈالی یہاں تک کہ کعبہ کو بھی نہ چھوڑا۔ گویا آنحضور ﷺ یہ کام کرنا چاہتے تھے، لیکن ایک رکاوٹ حائل تھی جس کی بنا پر یہ کام نہ کیا۔ چنانچہ عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنے زمانۂ خلافتِ حجاز میں آنحضور ﷺ کی اس خواہش کی تکمیل کردی، کیونکہ اس وقت تک وہ رکاوٹ ختم ہوچکی تھی جس کا خدشہ آپؐ نے ظاہر کیا تھا۔ لوگ اسلام میں راسخ ہوچکے تھے اور کعبہ کی از سر نو مکمل تعمیر پر اُنہیں کوئی اعتراض نہ تھا۔ مکمل تعمیر سے مراد حطیم کے حصہ کو بھی کعبہ کی عمارت میں لانا مقصود تھا جو اہلِ عرب زمانۂ جاہلیت میں نہ کر پائے تھے، ہوا یہ تھا کہ سیلاب کی وجہ سے کعبہ کی عمارت بوسیدہ ہوگئی تھی۔ چنانچہ اہل عرب نے دوبارہ اس کی تعمیر کی، لیکن شرط یہ رکھی کہ صرف اپنے پاکیزہ اموال اس کی تعمیر میں صرف کریں گے، اس طرح وہ صرف اتنی عمارت مکمل کر پائے جتنی ان کے اموال

www.KitaboSunnat.com

میں گنجائش تھی اور حطیم کا حصہ تعمیر سے باہر رہ گیا۔

یہ بعد کی بات ہے کہ حجاج بن یوسف ثقفی نے جب عبداللہ بن زبیر کو شکست دی، اُنہیں شہید کیا تو ان کے بنائے ہوئے نشانوں کو مٹانے کی غرض سے ان کا تعمیر کردہ زائد کعبہ مشرفہ بھی منہدم کردیا اور کعبہ اسی حالت میں رہنے دیا جیسے آنحضورﷺ کے زمانہ میں تھا۔ پھر عباسی خلیفہ منصور نے دوبارہ اس کی تکمیل کا ارادہ کیا، لیکن امام مالکؒ نے اسے ایسا کرنے سے منع کیا تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک خلیفہ اس کی تعمیر کرے اور دوسرا اُس کی دشمنی میں اِسے گراتا رہے۔

دوسری مثال جمع قرآن کی ہے۔ آنحضورﷺ اپنی حیات میں جتنا جتنا قرآن نازل ہوتا جاتا، اسے لکھواتے جاتے اور کئی صحابہ کے سینوں میں وہ اسی ترتیب کے ساتھ محفوظ ہوتا گیا جس ترتیب سے نازل ہوا تھا، لیکن ایک کتاب کی شکل میں اس کا شروع تا آخر لکھا جانا اس لئے ناممکن تھا کہ آنحضورﷺ کی وفات تک قرآن نازل ہوتا رہا۔ گویا جمع قرآن مطلوب تو تھا، لیکن مندرجہ بالا سبب کی بنا پر اس کا نبیﷺ کی حیات میں جمع ہونا ممکن نہ تھا۔ آنحضورﷺ کی وفات کے بعد مزید قرآن نازل ہونے کا کوئی امکان نہ تھا۔ اب ابتدا بھی معلوم اور انتہا بھی؛ پڑھا بھی جاتا تھا اور سینوں میں محفوظ بھی تھا، صرف اتنی کسر تھی کہ اسے ترتیب کے ساتھ ایک جگہ لکھ لیا جائے اور یہ کام حضرت ابوبکرؓ نے زید بن ثابتؓ کو ذمہ دار بنا کر کر ڈالا۔ یہ دو مثالیں تو ان اعمال کی ہوگئیں جو آنحضورﷺ کی حیات کے بعد کئے گئے اور اُنہیں جائز بھی قرار دیا گیا، کیونکہ ان دونوں کاموں کے کرنے کی طلب موجود تھی، صرف رکاوٹ حائل تھی، جونہی موقع سازگار ہوا اُنہیں کرلیا گیا۔

اب مثال لے لیجئے اس امر کی کہ جس کی طلب آنحضورﷺ کے زمانہ میں موجود تھی، کرنے میں کوئی رکاوٹ بھی نہ تھی پھر بھی اللہ کے رسولﷺ نے وہ عمل نہیں کیا، لیکن اگر کوئی اس عمل کو کرنے پر مصر ہو تو وہ بدعت کہلائے گا۔ جیسے آنحضورﷺ کا یومِ ولادت منانا جسے عام طور پر 'میلاد' کہا جاتا ہے۔ آنحضورﷺ کی حیات میں اس یوم کو منانے کا داعیہ موجود تھا کہ اہلِ عرب کے ہمسایہ اقوام میں عیسائی حضرت عیسیٰ کا یومِ پیدائش (کرسمس) منایا کرتے تھے اور پھر آنحضورﷺ کے لئے ایسی کوئی رکاوٹ بھی موجود نہ تھی جو انہیں اس کام کرنے سے

www.KitaboSunnat.com

روکتی۔ وہ بلا کھٹکے اپنے جدِامجد اسماعیل علیہ السلام یا ابراہیم علیہ السلام کا دن منا سکتے تھے۔ پھر جب آپؐ نے اس کام کو چھوڑے رکھا تو اس کا چھوڑنا ہی سنتِ نبویؐ ہے اور اس کا کرنا بدعت کہلائے گا۔فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کرنے کو بھی اس تناظر میں دیکھا جاسکتا ہے۔

(ج) فقہ و فتویٰ کے اعتبار سے

◉ اس موضوع پر امام شاطبیؒ کے دلائل کا خلاصہ پیش کرتے ہیں:

① آنحضورﷺ کے زمانہ میں تشریع (شریعت قائم کرنا) کا ظاہر ہونا بعد کے زمانوں سے اولیٰ تھا اور جب نبیﷺ نے ایسا نہیں کیا تو اس کا نہ کرنا ہی سنت ہوگا۔

② آنحضورﷺ سے زیادہ اور کون مستجاب الدعوات ہوسکتا ہے اور اگر نمازوں کے بعد اجتماعی دعا اس مقصد کے لئے مفید ہوتی تو آنحضورﷺ سب سے پہلے یہ کام کرتے اور خاص طور پر جب دن میں پانچ مرتبہ اس کا موقع مل رہا ہو۔اور جب آپؐ نے ایسا نہیں کیا تو ایسا نہ کرنا ہی مطلوب ہے اور پھر یہ بھی ملاحظہ ہو کہ آنحضورﷺ کے زمانہ کے بعد ایسی اجتماعی دعا میں تو وہ برکت نہیں ہوسکتی جو آنحضورﷺ کے ہوتے ہوئے موجود تھی۔

③ لوگ اس بات کے شدید حاجت مند تھے کہ آنحضورﷺ اُنہیں ایسی دعائیں سکھلائیں جو ان کے لئے باعثِ خیروبرکت ہوں اور اس کام کا بہترین وقت نماز کے بعد کا تھا کہ جب لوگ کثرت سے مسجد میں موجود رہتے تھے، لیکن آپؐ نے ایسا نہیں کیا۔ اُمت کو دعائیں سکھائیں، لیکن بطورِ تعلیم؛ دعا کی تو سری طور پر اپنے لئے بھی اور اُمت کے لئے بھی، البتہ اجتماعی دعا کا اہتمام نہیں کیا۔

④ مسلمانوں کو نیکی اور تقویٰ کے کاموں پر تعاون کا حکم دیا گیا ہے۔(المائدہ:۲) نمازوں کے بعد اجتماعی طور پر دعا مانگنا بھی اس کی ایک بہترین شکل ہوسکتی تھی کہ اس کام میں سب سے پہلے اللہ کے رسولﷺ کو سبقت لے جانا چاہئے تھا، لیکن جب آپؐ نے ایسا نہیں کیا تو ایسا نہ کرنا ہی بہتر ٹھہرا۔

⑤ عام لوگ، عربی زبان میں پوری مہارت نہیں رکھتے، دعا کرتے وقت لحن (غلطی) بھی کرسکتے ہیں۔ اس لئے آنحضورﷺ تعلیم کی خاطر بھی اجتماعی دعا کرسکتے تھے تاکہ لوگ

www.KitaboSunnat.com

لحن سے بچ سکیں، لیکن آنحضورﷺ نے نمازوں کے بعد خاص طور پر اس امر کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ (الاعتصام از امام شاطبیؒ: ۱/۲۷۰)

◉ شاطبیؒ سے قبل امام قرافیؒ (م ۶۸۴ھ) نے اپنی شہرہ آفاق کتاب 'الفروق' کے آخری فرق (نمبر ۲۷۴) میں یہ عنوان قائم کیا ہے:

قاعدہ: دعا میں کیا مکروہ ہے اور کیا مکروہ نہیں ہے؟

جس کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

''دعا تو اصلاً مندوب فعل ہے، لیکن بعض عوارض کی بنا پر یہی دعا حرام ہوجاتی ہے یا مکروہ اور اس کے پانچ اسباب ہوسکتے ہیں:

① جگہ کے اعتبار سے کہ جہاں دعا کی جارہی ہے جیسے کنیسہ، حمام، نجس اور گندی جگہ، شراب خانہ وغیرہ۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ سے مروی ایک حدیث میں رسول اللہﷺ نے سات جگہوں پر دعا کرنے سے منع فرمایا ہے: کوڑے کے ڈھیر، مذبح خانہ، مقبرہ، لوگوں کے چلنے کا راستہ، حمام، اونٹوں کا باڑہ اور بیت اللہ کی چھت۔ (سنن ترمذی: ۳۴۶) گو اس حدیث کی اسناد قوی نہیں ہے۔

② ہیئت کے اعتبار سے: یعنی انسان اونگھتے ہوئے یا خوب کھا پی کر یا بیت الخلا جانے کی شدید حاجت کے وقت دعا کرے کہ یہ حالتیں اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کے منافی ہیں۔

③ دلوں کی پراگندگی اور فخر وغرور کا اندیشہ ہو: اس لئے امام مالکؒ اور علما کی ایک جماعت نے ائمہ مساجد کے لئے فرض نمازوں کے بعد جہری طور پر اجتماعی دعا کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ اس طرح امام کے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہوسکتا ہے کہ وہ مقتدیوں سے بہتر ہے اور اللہ اور بندوں کے درمیان بندوں کی حاجتیں پورا کرنے کے لئے اسے واسطہ سمجھا گیا ہے اور ان خیالات کی بنا پر اوّل تو اس کا نفس پھول جائے گا اور بجائے اللہ کی اطاعت کے، نافرمانی کا زیادہ امکان رہے گا۔ مروی ہے کہ بعض ائمہ نے حضرت عمرؓ سے نماز کے بعد اپنی قوم کے لئے دعا کرنے کی اجازت چاہی تو حضرت عمرؓ نے کہا: ''مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ تمہارا نفس اتنا پھول جائے کہ کہیں ثریا تک نہ پہنچ جائے۔''

④ ایسے کام پر مدد حاصل کرنے کی دعا کرے جو پیشے کے اعتبار سے نچلے درجے کا ہو جیسے

حجامہ (سینگی لگوانا)، نر جانور کو مادّہ سے تعلق قائم کرنے پر اُبھارنا، حمام کو روزی بنانا جبکہ اسے ان سے بہتر وسیلہ رزق حاصل کرنے پر قدرت ہو۔ یہ کراہت وسائل سے متعلق ہے۔

⑤ دعا حصولِ ثواب کے لئے نہ ہو بلکہ زبان پر کچھ الفاظ ایسے چڑھے رہتے ہوں کہ بلا قصد زبان پر جاری ہوجائیں جیسے تاجر حضرات اپنی اشیا کو خرید وفروخت کے لئے پیش کرتے وقت نعرہ لگاتے ہیں: الصلاة والسلام علیٰ خیر الأنام.

امام مالکؒ کہتے ہیں: کتنے ہی لوگ یہ الفاظ بطورِ عبادت کہتے ہیں نہ کہ حصولِ ثواب کی نیت سے، کیونکہ یہ کلمہ خیر ہے، لیکن معناً دعا ہے۔ جبکہ بعض علما نے اسے اس قاعدہ سے تعبیر کیا ہے کہ ''ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ سے تقرب کے لئے مشروع ہو تو وہ اس وقت تقرب کا ذریعہ بنے گی جب اسے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اظہارِ بزرگی کے لئے کیا جائے گا نہ کہ بطورِ کھیل۔''

(الفروق: ۴/۴۴۳ تا ۴۴۵)

اب آخر میں ہم عصر حاضر کے دو نامور مفتی اور علما کا فتویٰ پیش کرتے ہیں:

◉ سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن بازؒ سے سوال کیا گیا: کیا آنحضورﷺ سے فرض نماز کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اُٹھانا ثابت ہے، کیونکہ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ نبیﷺ فرض نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا نہیں کیا کرتے تھے؟

جواب: نبیﷺ سے فرض نماز کے بعد ہاتھ اُٹھانا ثابت نہیں ہے اور ہمارے علم میں کسی صحابی سے بھی ایسا منقول نہیں ہے، اور کچھ لوگوں کا ہر فرض نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا ایسی بدعت ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ نبیﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے وہ کام کیا جس پر ہمارا اَمر نہیں تو وہ قابل ردّ ہے۔'' (صحیح مسلم: ۱۷۱۸)

اور نبیﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''جس نے ہمارے اس امر میں (اسلام) کوئی نئی چیز داخل کی تو وہ قابل ردّ ہے۔'' (صحیح بخاری: ۲۶۹۷)

چنانچہ سعودی عرب کی 'دائمی کمیٹی برائے فتویٰ' نے اس موضوع پر یہ فتویٰ دیا:

''امام کے سلام کے بعد ایک آواز سے اجتماعی دعا پر ایسی کوئی دلیل نہیں کہ جس کی بنا پر اسے مشروع سمجھا جائے۔ فرض نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا، چاہے صرف امام کی جانب سے ہو یا مقتدی کی جانب سے یا دونوں کی جانب سے ہو، سنت نہیں بلکہ یہ بدعت☆ ہے اس لئے

کہ ایسی دعا نہ نبیﷺ سے وارد ہے اور نہ ہی صحابہ کرامؓ سے، البتہ اس کے علاوہ دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ کئی احادیث میں اس کا ذکر آیا ہے۔'' (فتاویٰ اسلامیہ،ص ۳۱۸،۳۱۹)

◉ شیخ محمد بن صالح عثیمینؒ لکھتے ہیں:

''نماز ختم کرتے ہی ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا مشروع نہیں ہے، انسان اگر دعا کرنا ہی چاہتا ہے تو نماز کے دوران دعا کرنا بعد میں دعا کرنے سے زیادہ افضل ہے۔ نبیﷺ نے بروایت عبداللہ بن مسعود تشہد کا ذکر کیا اور پھر کہا: جو دعا چاہے اختیار کرے۔'' (صحیح بخاری:۸۳۵)

اور بعض لوگوں نے عادت سی بنالی ہے کہ جب کبھی نفل نماز پڑھی تو فوراً دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا لئے، اور معلوم یہ ہوتا ہے کہ دعا سرے سے کی ہی نہیں (صرف ہاتھ اُٹھائے تھے)۔ اکثر ایسا دیکھا جاتا ہے کہ انسان نفل نماز کے لئے تشہد میں ہوتا ہے، ادھر نماز کے لئے اقامت ہو رہی ہوتی ہے اور یہ شخص تشہد سے سلام پھیرتے ہی اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا دیتا ہے اور پھر چہرے پر پھیر لیتا ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ صرف ہاتھ اٹھانا ہی مقصود تھا تاکہ اس دعا کا التزام کیا جاسکے جو ان کے نزدیک مشروع ہے، حالانکہ وہ مشروع نہیں ہے، چنانچہ اس حرکت کو لازم رکھنا بدعت میں شمار ہوگا۔'' (فتاویٰ ارکان الاسلام: ص ۳۳۹)

اُمید ہے یہ مسئلہ اب واضح ہوچکا ہوگا۔ والحمدللہ الذی تتم به الصّٰلحٰت

اسی موضوع پر محدث میں اس سے قبل تفصیلی مضمون شائع ہو چکا ہے، جس میں برصغیر کے علماے کرام بالخصوص علماے دیوبند کے فتاویٰ بھی درج کئے گئے ہیں۔ (دیکھیں 'محدث' مئی ۲۰۰۳ء، ص ۱۷)

☆ فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کا کوئی ثبوت نہیں، البتہ کسی کی درخواست پر فرض نمازوں کے بعد یا کسی اور موقع پر اجتماعی دعا کی جاسکتی ہے جیسا کہ صحیح بخاری: ۱۰۲۹ میں حضرت انس بن مالکؓ کی روایت میں ہے کہ ''أتی رجل أعرابي من أهل البدو إلی رسول الله يوم الجمعة فقال يا رسول الله هلكت الماشية ، هلك العيال ، هلك الناس ، فرفع رسول الله يديه يدعو ورفع الناس أيديهم معه يدعون'' ''ایک دیہاتی جمعہ کے دن آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! (بارش نہ ہونے کی وجہ سے) مویشی ہلاک ہو گئے، بال بچے تباہ ہو گئے اور لوگ مر گئے تو آپؐ نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے لوگوں نے بھی دعا کے لیے ہاتھ اُٹھا لیے۔ لہٰذا فرض نماز کے بعد کبھی کبھار کسی کی درخواست پر اجتماعی دعا مانگی جاسکتی ہے۔ (طاہر)

www.KitaboSunnat.com